10

اپنے مذہب سے واقفیت اور استقامت کی ضرورت

(فرمودہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء)

سورۃ فاتحہ اور آیات **ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ نحن اولیٰئوکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ماتدّعون۔ نزلاً من غفور رحیم (حم سجدہ ۳۱ تا ۳۳)**

کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان میں ایک اہم امر کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا گیا ہے اور وہ امر موجودہ زمانہ کے لحاظ سے ایسا اہم اور ضروری ہے کہ باوجود اس کے کہ میری صحت اجازت نہیں دیتی تھی کہ ایسے اہم مسئلہ پر تقریر کروں کیونکہ بات لمبی ہوتی ہے۔ لیکن میں نے خیال کیا کہ اس اہم بات کو اور وقت پر اٹھا رکھنا مصلحت کے خلاف ہے۔ بات کا فائدہ اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا وقت اور موقع ہو۔ لیکن جب وقت نہ رہے تو اس کا فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک شخص خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور دکھ اٹھاتا ہے۔ اور ایک شخص خشیت الٰہی سے روتا ہے۔ دونوں برابر نہیں۔ بعض باتیں موقع پر یاد آجاتی ہیں اور اپنا کام کر جاتی ہیں۔

حضرت خلیفہ اول کا ایک چھوٹا سا بچہ فوت ہوا۔ اس کی والدہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور اس پر شریعت کوئی روک نہیں ڈالتی۔ مگر اس وقت ایک عورت آئی وہ اس طرح رو رہی تھی کہ سب کو حیرت ہوئی رشتہ دار تو اس درد سے روتے نہیں اس کو رونے کی کیا وجہ ہے۔ آخر اس سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا باعث ہے تو اس نے جواب دیا کہ اس وقت ایک شخص مجھے نظر آیا ہے جس کی شکل میرے بھائی جیسی ہے۔ میرا بھائی فوت ہو چکا ہے۔ اس کو دیکھ کر میں رو پڑی کہ اس کو دیکھ کر مجھے اپنا بھائی یاد آگیا۔ وہ شخص اس سے پہلے بھی اس کے سامنے آتا تھا مگر اس کو دیکھ کر رونے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت دل نرم تھا۔ بچہ کی موت کا اثر ہوا۔ دوسرے وقت میں یہ بات نہیں

ہوتی تھی۔

اس وقت ہندوستان میں ارتداد کا فتنہ پھیلا ہوا ہے۔ انہی فتنوں کے انسداد کے لئے یہ آیت تھی۔ یہ فتنہ مسلمانوں کی بے توجہی کا نتیجہ ہے۔ پس جماعت کو چاہیئے کہ ہمیشہ اس مضمون کو مدنظر رکھا کرے اور بھولے نہیں۔ اس آیت میں مومن بندوں کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے جس کو ہم خدا مانتے ہیں۔ وہ اللہ واحد ہستی ہے۔ اللہ علَم ہے جو ذات کا نام ہے۔ اللہ رب ہے اور اپنی ذات میں کامل ہے۔ اس کے سوا ہم کسی کو نہیں مانتے۔ توحید کامل اسلام کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اسلام کو مانتے ہیں۔ وہ مانتے ہیں اور ساتھ ہی اس پر استقامت کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو مان کر ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کو ادا کرتے ہیں۔ جب ان میں یہ دو باتیں پیدا ہو جاتی ہیں تو ان پر ملائکۃ اللہ نازل ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تم خوف و حزن نہ کرو۔ خوف کے مقابلہ میں جب حزن ہو تو اس سے آئندہ ڈر مراد ہوتا ہے۔ پس ان کو کہا جاتا ہے کہ نہ پچھلی غلطیوں کا خوف کرو۔ نہ آئندہ کے لئے ڈر کر ہمت ہارو۔ اور پھر صرف ان کو یہی نہیں کہتے کہ تمہارے لئے کوئی صدمہ نہیں بلکہ وہ ان کو کہتے ہیں کہ تم خوش ہو جاؤ۔ تمہارے لئے وہ آرام ہیں جن کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔

یہ بات جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے اس میں یہ ذکر نہیں کہ منہ سے کہدیا اور استقامت ہوگئی بلکہ استقامت وہ ہوتی ہے جو اعمال میں ہوتی ہے۔ استقامت گذشتہ واقعات پر بھی نہیں بلکہ آئندہ آنے والی مشکلات اور تکالیف کے مقابلہ میں مضبوطی دکھانے کا نام استقامت ہے۔ استقامت میں وہ ذمہ داریاں مراد ہیں جو دعویٰ ایمان باللہ کے ساتھ عائد ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان یا احمدی ان فرائض کو ادا کریں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد کئے گئے ہیں۔ جب تک مسلمان یا احمدی کہ یہی حقیقی اسلام کی جماعت ہے سمجھتے رہیں گے کہ محض کلمات کافی نہیں بلکہ کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے وہ بوجھ اٹھا لیا جو اس کلمہ کے پڑھنے یا بیعت کرنے کے ساتھ ہم پر عائد ہو گیا۔ تب تک وہ استقامت کے موافق نہیں ہوں گے۔

کلمہ شہادت پڑھنے اور بیعت کرنے کے موقع میں کہ گویا یہ اقرار ہے کہ میں نے ان ذمہ داریوں کو اٹھا لیا جو بیعت اور کلمہ شہادت کے ساتھ انسان پر عائد ہو جاتی ہیں۔ جب کوئی شخص ان ذمہ داریوں کو اٹھا لیتا ہے۔ پھر ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ کروڑوں مسلمان ہیں جو ربنا اللہ کہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں مگر باوجود اس کے ان پر نزول ملائکہ نہیں ہوتا۔ ان کو کوئی بشارت نہیں ملتی۔ ان پر مہربانی کا سلوک نہیں ہوتا۔ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص بادشاہ کا درباری ہو اور اس سے بادشاہ مہربانی سے پیش نہ آئے۔ یہ سچ ہے کہ مراتب ہوتے ہیں۔ ایک مقرب سے بادشاہ باتیں کرتا ہے

لیکن ایک شخص جو اتنا مقرب نہ ہو۔ اس سے گو باتیں نہیں کرتا مگر وہ رہتا بادشاہ کی نظر میں ہے اور بادشاہ کی مہربانیوں سے حصہ لیتا ہے۔ پس گو اللہ کے پیارے بندوں میں درباری کی حیثیت رکھتے ہوں مگر خوف و حزن سے ان کی حفاظت ضرور ہونی چاہیئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ حالت نہیں ہے۔ آج جتنی آلام اور تکالیف مسلمانوں پر ہیں۔ اوروں پر نہیں۔ دولت ان کے پاس نہیں۔ اخلاقی طور پر ان کی وہ بری حالت ہے کہ شرم آتی ہے۔ پھر کونسی بات ہے جس سے سمجھا جائے کہ ان پر خوف و حزن نہیں۔ فرشتوں کا نازل ہو کر بشارت دینا تو بڑا مقام ہے۔ ان کو ادنیٰ مقام بھی حاصل نہیں۔ حتیٰ کہ وہ بھی نہیں جو کفار کو حاصل ہے۔ کفار محفوظ ہیں مگر یہ نہیں۔ یہ حالت کیوں ہے۔ یہی کہ نہ یہ حقیقی معنوں میں ربنا اللہ کہتے ہیں نہ ان میں استقامت ہے۔ ان ذمہ داریوں کو بھلا بیٹھے جو ان پر عائد ہوئی تھیں۔ اس کا نتیجہ تنزل اور انحطاط ہے یہ فتنہ ارتداد اور قوموں میں بھی ہوگا۔ کئی جگہ تحریک ہے۔ گو ظاہر نہ ہو۔ کوششیں جاری ہیں کہ مسلمانوں کو مرتد کیا جائے۔ ایک زمانہ میں مسلمانوں پر لالچ اور خوف کا اثر نہ ہوتا تھا اور ان کے پاس حق تھا۔ حق پر کوئی دلیل نہ چلتی تھی۔ یہ دوسروں کو حق کے زور سے کھینچ لیتے تھے۔ مگر آج ہر ایک چیز مسلمان کہلانے والوں کے دل کو ڈگمادیتی ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ان میں استقامت نہیں رہی۔ لالچ اور خوف نے اپنا اثر ڈال دیا ہے۔

صحابہ کے زمانہ میں ربنا اللہ کہتے تھے اور استقامت دکھاتے تھے۔ ان کی یہ حالت تھی کہ کوئی چیز ان کو ان کے مقام سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔ ایک صحابیؓ کو کفار نے پکڑ لیا اور تجویز کی کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ سب تیاریاں ہو گئیں۔ اس وقت ان سے پوچھا گیا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ تم آزاد ہو جاؤ اور تمہاری بجائے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پکڑ کر اس طرح قتل کر دیا جائے اور تم اپنے گھر میں آزادی اور آرام سے بیٹھو۔ اس وقت اس صحابی نے جواب دیا تم نے جو بات کہی ہے وہ تو بہت بڑی ہے۔ میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ محمد رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے۔۲۔

ایک شخص جو قتل کیا جانے کے لئے تیار ہے اور اس کو اُمید دلائی جاتی ہے کہ تم آزاد کر دئے جا سکتے ہو۔ وہ اتنا بھی سننا گوارا نہیں کرتا کہ وہ آرام سے بیٹھے اور محمد رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے۔

یہ استقامت کی بات تھی اور پھر دلائل کی یہ حالت تھی کہ ابھی قسطنطنیہ فتح نہیں ہوا تھا۔ ایک عیسائی بادشاہ نے ایک مسلمان بادشاہ کو لکھا کہ ایک عالم کو بھیج دیجئے۔ ہم تحقیقات مذہب کرنا چاہتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں پادری لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ مولوی صاحب کو آتے ہی شرمندہ

کریں۔ جب دربار لگ گیا تو پادری نے کہا کہ آپ کے رسول کی بیوی عائشہ پر الزام لگایا گیا ہے اور الزام لگانے والے بھی آپ کی قوم ہی میں سے ہیں۔ اس لئے یہ اعتراض مضبوط ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمان عالم کے دل میں ڈال دی۔ اور انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو معمولی بات ہے۔ یہ دو واقعات ہیں جو آسانی سے حل ہو جاتے ہیں۔ دو عورتوں پر زنا کا الزام لگایا ہے۔ ایک تو وہ ہے جس کا خاوند موجود ہے اور اس پر زنا کا الزام بھی دیا جاتا ہے لیکن اس کے کوئی اولاد نہیں ہوتی۔ ایک اور عورت ہے جس کی شادی نہیں ہوتی۔ اس کو زنا کا الزام دیا جاتا ہے اور اس کے بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ پادری شرمندہ ہوا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ نے تو سختی شروع کر دی۔ وہ تو میں نے یونہی بات کی تھی۔ اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ ایسی ضرورت کے وقت پہلے علماء نے بھی سختی سے جواب دیا۔ وہ لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یسوع کو گالیاں دی ہیں۔ دیکھ لیں پہلے علماء بھی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ ہوتا دیکھتے تھے تو دشمن کو اس کے گھر سے آگاہ کرنے کے لئے سختی سے جواب دیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وقت پر دلیل سکھاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی دشمن دین پر حملہ کرے تو اللہ تعالیٰ فوراً مجھے جواب سکھاتا ہے۔ ماننا نہ ماننا اور بات ہے مگر دشمن سے اس کا جواب نہیں بن پڑتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ احمدیوں کو چھوڑ کر دلائل کے رنگ میں بھی مسلمان گرتے جاتے ہیں۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے ربنا اللہ کہنا اور استقاموا کی حالت کو چھوڑ دیا ہے۔ دین سے ناواقف ہیں اور اس کے لئے حقیقی درد نہیں۔ اس لئے ایسی قوم مستحق نہیں ہو سکتی کہ وہ خدا کی تائید کو جذب کر سکے۔ ایسی قوم ہلاک ہوا کرتی ہے۔

اگر علماء اسلام ان لوگوں کی جو آج مرتد ہو رہے ہیں کچھ بھی خبر رکھتے اور ان کو مسائل اسلام سے واقف کراتے تو آج آریہ لوگ ان کو اپنے اندر سمیٹ لینے کی جرأت نہ کرتے۔ حقیقی اسلام تو کہاں' ان کو قشر سے بھی واقفیت نہیں ہو سکتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں نے استقامت نہ دکھائی اور اس ذمہ داری کو نہ سمجھا جو مسلمان ہو کر ان پر عائد ہوئی تھی اور پانچ سو سال تک استقامت دکھائی اور پھر بیٹھ گئے۔

یہ وقت ہماری جماعت کے لئے قابل غور ہے۔ ہم نے بھی ربنا اللہ کہا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ استقامت دکھائیں۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ

من نہ کردم شما حذر بکنید

ہمیں پچھلے لوگوں کی حالت سے سبق لینا چاہیئے اور چوکس ہو جانا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں ہمیں مرتد ہونے والوں کے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیئے ان کو بھی بچائیں جو ان کے قریب ہیں اور پھر اپنی

نسلوں کے متعلق بھی اس اصول کو مد نظر رکھیں کہ آئندہ ہماری نسلیں اسلام سے واقف ہوں اور پھر وہ اپنی نسلوں کو اسلام سے واقف کریں اور اسی طرح قیامت تک یہ سلسلہ چلا جائے۔ اگر ہم نے اس بات کا خیال نہ رکھا تو نعوذ باللہ ہمیں بھی آئندہ اس خطرے سے دوچار ہونا پڑے گا جو راجپوتوں کے درپیش ہے۔

آریہ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ ان میں ہندوانہ رسوم ہیں اس لئے وہ پہلے ہی سے ہندو ہیں۔ مگر ہندوستانی مسلمانوں کی کونسی قوم ہے جس میں ہندوانہ رسوم نہیں۔ کیا سیدوں میں ہندوانہ رسوم نہیں۔ کیا مغلوں میں نہیں۔ کیا یہ بھی ہندو ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب اپنے مذہب سے واقفیت نہ ہو تو ہمسایہ قوموں سے متاثر ہونا بڑی بات نہیں۔ اگر سیدوں میں رسوم ہیں اور وہ ہندو نہیں' مغلوں اور قریشیوں میں یہ ہندوانہ رسوم ہیں اور وہ ہندو نہیں تو مسلمان راجپوتوں میں اگر کچھ رسوم ہندوانہ پائی جاتی ہیں تو وہ کیسے ہندو ثابت ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمان تھے اور دل سے مسلمان ہوئے تھے لیکن ان کی تربیت علماء نے نہ کی۔ جس حال میں تھے اسی میں چھوڑ دئے گئے۔ تربیت نہ ہونے کے باعث ہندوانہ رسوم ہمسایوں کے اثر سے آگئیں اور راسخ ہو گئیں۔ پس نئے آنے والوں کی تربیت ضروری ہے۔ جب تک ایک فرد واحد بھی موجود رہتا ہے جو اسلام سے واقف نہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کو آگاہ کریں اور استقامت کے ماتحت ان کا فرض ہے کہ اپنے کمزور بھائیوں کو پختہ اور مضبوط بنائیں۔ ورنہ کفار ان کو کھا جائیں گے۔

جب تک جماعت کی یہ حالت بحیثیت مجموعی نہ ہو کہ وہ اسلام پر پختہ اور اصول سے واقف ہو جائے اس وقت تک جماعت محفوظ نہیں کہی جا سکتی۔ اگر افراد خطرے میں رہیں تو جماعت خود بخود خطرے میں ہوتی ہے اگر ایک کمرے کو آگ لگ جائے تو سارا مکان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ پس اگر ایک بھی کافر رہے گا تو وہ ترقی کرے گا اور کفر پھیلائے گا۔ مومن کے کام کا وقت ہوتا ہے۔ اگر وقت پر کام نہ کیا جائے تو خطرہ ہوتا ہے۔ زندگی کا اعتماد نہیں اس لئے جو کام ہو جائے وہ غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنی نسلوں کی حفاظت کریں اور آئندہ نسلوں کو وصیت کردیں کہ وہ اپنی نسلوں کو دین سے بے خبر نہ ہونے دیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو جو قوم استقامت کو چھوڑے گی۔ اس کی نسل کے لئے یہی خطرہ درپیش ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ آئندہ نسلوں کی حفاظت کریں اور ان کی حفاظت کریں جو ہم میں شامل ہوں۔ اگر دنیا میں ایک بھی ایسا شخص ہے جو لاالہ الا اللہ نہیں کہتا تو پھر ہمارے لئے امن سے بیٹھنے کا وقت نہیں۔ ایک وقت عیسائی کتنے تھوڑے تھے۔ مگر آج دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ اگر ہم استقامت دکھائیں' اپنا فرض پورا کریں تو خدا کے فرشتوں کی آواز سن سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔

جب ہم اپنا فرض پورا کریں گے تو خدا کے فرشتے ہمیں بشارت دیں گے کہ ہم دنیا میں تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں تمہارے ساتھ رہیں گے۔ تمہیں خیر اس دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ اور اس خیر میں **ولکم ماتشتھی انفسکم** جو تم چاہو گے وہی ملے گا۔ وہاں مانگنے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ مانگنے سے پہلے وہ چیزیں موجود ہونگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو خواہشیں ہونگی وہ پوری کی جائیں گی۔ پھر نئے سامان کئے جائیں گے اور اچھے انعام دیئے جائیں گے۔ فرمایا۔ **نزلا من غفور رحیم** یہ خداتعالیٰ کی طرف سے جو غفور و رحیم ہے بطور مہمانی سامان ہونگے۔ ایک تو مومن کے اچھے کام فضل کو جذب کریں گے۔ دوسری صفت مغفرت کے ماتحت کہ جو کمی رہی اس کو وہ پورا کرے گا اور کوشش کے بعد جو کمزوری رہے اس سے چشم پوشی فرمائے گا۔

پس انسان کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ استقامت دکھائے۔ اگر صدمہ سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو استقامت کو نہ چھوڑے۔ ضرورت ہے کہ ہر ایک انسان اپنے نفس کے علاوہ اپنی نسل کی فکر کرے اگر نسل کی فکر نہیں کی جاتی تو خوف و حزن سے بچاؤ نہیں۔ خوف و حزن سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ ہر ایک نسل اپنی آئندہ نسل کو حق کی تعلیم دے اور حق پر قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ یاد رکھو! جب تک تم اس فرض کو ادا کرو گے محفوظ رہو گے اور جب تمہاری کسی نسل نے چھوڑ دیا تو پھر وہ ہلاک ہونگے۔

اللہ تعالیٰ پہلوں کی ہلاکت سے ہمیں سبق دے اور ہم وہ راہ اختیار نہ کریں جو ہلاکت کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر ہلاکت کے دروازے بند کردے اور اپنے فضل و رحم کے دروازے کھول دے۔

(الفضل ۲۳ر اپریل ۱۹۲۳ء)

۱؎ زید بن دثنہؓ

۲؎ اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۳۰ حالات زید بن دثنہؓ